TQ Lesson 189 Surah Furqan Ayat 58-77 tafseer. 2

آیت نمبر 63- وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا
ترجمہ۔ رحمان کے (اصلی) بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جاہل ان کے منہ کو آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام

آپ دیکھیں کہ سورت الفرقان میں ہم نے ایک طرف کافر کی صفات پڑھیں کہ وہ کس طرح اللّٰہ اور اللّٰہ کے رسول اور قرآن آخرت کا انکار کرتے ہیں اور یہاں آخر میں اللّٰہ نے اپنے بندوں کی صفات گنوائی ہیں اور وہ کون لوگ ہیں جو اللّٰہ کی آیات، اسکی نازل کی ہوئی کتاب، اسکے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور وہ کون سے لوگ ہیں جو قرآن اور قرآن والے رسول کا ساتھ دیتے ہیں یہ سورت دو تصویریں پیش کر رہی ہے ایک ہے کافر کی ،مشرک کی اور دوسری تصویر ایمان والوں کی ہے وہ لوگ جو اللّٰہ اسکے رسول اور قرآن پر ایمان لے آئے تھےانکا ظاہر اور باطن بہت خوبصورت تھا سورت الفرقان کی آخری آیات کے موقع پر آپ بھی اپنے پاس دو فہرست بنائیں اور اپنا جائزہ لیں کہ مجھ میں کافروں والے اوصاف تو نہیں اور اپنے اندر مومنانہ اوصاف کیسے پیدا کروں اور ایک بات یاد رکھیں جو بہت ہی خوبصورت اور اہم ہے کہ اللّٰہ نے کچھ خاص اور مخلص بندوں کو اپنا بندہ کہہ کر پکارا ہے انکو **عِبَادُ الرَّحْمَٰنِ** کا لقب عطا کیا ہے انکو اعزاز بخشا ہے یہ بادشاہ کے بندے ہیں یہ فلاں سردار کے بندے ہیں یہ طالبعلم فلاں استاد کاہے۔ اب اگر کسی کو کوئی رتبہ ،مرتبہ یا مقام حاصل ہے اوراگرکوئی اس سے تعلق رکھتا ہے اسکو اس سے نسبت ہے تو بڑی شان سے وقار سے عزت اور شوق کے ساتھ اور بڑے دھڑلے اور اعتماد کے ساتھ لوگ آپ کو بتاتے ہیں کہ میں تو فلاں سے پڑھی ہوئی ہوں یا فلاں قومی اسمبلی کا ممبر ہے۔ اسی طرح ہم اسکے بندے ہیں۔ اللّٰہ نے یہاں خاص لقب دیا ہے ویسے تو سب ہی اللّٰہ کے بندے ہیں کچھ مخصوص لوگوں کو اللّٰہ نے اپنے بندے کہا ہے۔ دلوں کی دھڑکن کا جائزہ لیجیے دل کی گہرائیوں میں جھانکیں اور سوچیں کہ کیا میرا اور آپ کا نام بھی ان لوگوں میں شامل ہوتا ہے۔ یہ دنیا بہت خوبصورت ہے یہ کائنات بڑی حسین ہے پتھروں کو دیکھ لیں تو ایک سے ایک پتھر خوبصورت مچھلیوں کو دیکھ لیں تو اپنی ایک خوبصورت دنیا میں وہ آباد ہیں کسی میں روشنی ہے کوئی رنگ میں مختلف ہے -- پرندوں کو دیکھ لیں انکے پر، انکے رنگ انکی چہچہاہٹ۔ ستاروں کو دیکھ لیں پانی کے جھرنے جو گرتے ہیں پہاڑوں سے پانی کا گرنا اور اسکے نغمے کو محسوس کریں۔ ہواؤں کا چلنا دیکھیں اور ذرا باغ میں تو جائیں

؎ چلتے ہو تو چمن کو چلیے، کہتے ہیں کہ بہاراں ہے
پات ہرے ہیں، پھول کھلے ہیں، کم کم باد و باراں ہے

بڑا خوبصورت منظر ہے باغوں کا بھی یعنی پھول ہیں پتے ہیں خوشبو ہے یہ پوری کی پوری کائنات اور پھر انسانوں کو دیکھ لیں ایک سے ایک خوبصورت انسان حالانکہ شکل، رنگ، نقوش مختلف ، حجم مختلف لیکن ہر انسان اپنی شکل میں ایک خوبصورت انسان ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کائنات خوبصورت سہی ،دل نشین سہی، جمیل سہی لیکن اس پوری کائنات میں سب سے خوبصورت سب سے دلربا اور سب سے پیارا کسی انسان کا کردار ہے اسکا عمل ہے اسکی سیرت ہے اسکا مزاج ہے اور **وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا**   بہت رحم کرنے والے رحمٰن کے بندے **رَحْمٰنُ** مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ عباد کہتے کسے ہیں یہ عبد سے ہے **(ع ب د)** عبد کے معنی ہیں کہ وہ اللّٰہ کے تابع ہیں اور اسکی مشیت اور ارادے کے بغیر وہ کچھ نہیں کرتے کہ گویا کہ یہاں بندگی سے مراد

کون سی بندگی ہے یہ کہ اللہ نے انسان کو اختیار دیا ارادہ دیا چاہے تو میرا بندہ بنے یا نہ بنے لیکن یہاں پر عباد سے مراد وہ بندے ہیں جنھوں نے اپنے اختیار کو اپنی خواہشات کو اللہ کہ مرضی کے تابع بنا دیا یہ وہ بندے ہیں جن کو اللہ نے اپنے بندے کہہ کر عزت بخشی ہے اور انکو اعزاز دیا ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ عباد کی جو صفات اللہ نے گنوائی ہیں کیا وہ میرے اور آپ میں پائی جاتیں ہیں ہمیں تو بڑے عرصے سے مان تھا کہ ہم نے کلمہ پڑھا ہے **لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدُالرَّسُوْلُ اللّٰہ** اور ہم اللہ والے ہیں ہم تو کلمہ گو ہیں ہم تو مسلمان ہیں ہم تو اللہ کے پیارے بندے ہیں لیکن اللہ کہتے ہیں کہ **وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ۔** اللہ کے بندے ،اللہ کے غلام ،اسکے نوکر کون لوگ ہیں آئیں آئینہ اپنے سامنے رکھیں

آئینہ جو ان کو دیکھایا تو برا مان گے

آئینہ توڑنے کی بجائے آئیے اس آئینہ کی روشنی میں اپنا سراپا دیکھیں صُبَح آپ تیار ہونے کے لئے آئینہ کے پاس جاتیں ہیں اور آئینہ کا شوق تو ایسا ہے کہ بیڈ کے اندر شیشہ لگا ہوا ہے کرسی کے اوپر شیشہ دیوار پر پھر یہ کہ بیگ میں رکھا ہے اور دروازے کے پاس رکھا ہے کہ آخری بار گھر سے نکلیں تو سراپا دیکھ لیں کیسی تیاری ہے ،میرا سراپا غضب ڈھائے گا یا نہیں ،میں کیسی لگتی ہیں ایک آئینہ یہ ہے جو ہم روز دیکھتے ہیں اور ایک وہ آئینہ ہے جو قرآن ہمیں دکھاتا ہے قرآن کیا کہتا ہے اپنی سیرت کا اپنی باتوں کا ،اپنی چال کا جائزہ لو۔ یہاں اللہ کے ناموں میں سے بہت سے نام ہیں۔ ایک حدیث سے 99 نام پتہ چلتے ہیں اور بھی بہت سے نام ہیں جو قرآن اور حدیث سے پتہ چلتے ہیں اور ہمیں ان سے رہنمائی ملتی ہے۔ لیکن یہاں پر **اسما ءالحسنیٰ** میں سے رحمٰن کا انتحاب کیا گیا ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اہل مکہ رحمان سے چڑھتے تھے جب انکو رحمان کو سجدے کا کہا گیا تو وہ کہنے لگے **وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا(60۔** سورت الفرقان**)** اور جب بھی ان سے رحمن کوسجدہ کرنے کا کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں رحمن کیا ہے ؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کا تو ہمیں حکم دے رہا ہے اور اس (تبلیغ)نے ان کی نفرت میں مزید اضافہ کردیا۔دوسری بات انکو یہ بتانے کے لیے کہ اللہ کا نام رحمان ہے اصل میں یہ اللہ کا رحم ہی ہے کہ اللہ نے قران نازل کیا اور یہ اللہ کا رحم ہی ہے کہ نبی کو رحمت العالمین بنا کر بھیجا۔ یہ اللہ کا رحم ہی ہے کہ میں اور آپ دنیا میں موجود ہیں اور اس کا دیا کھاتے ہیں اور پھر بھی اسکی نافرمانی کرتے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں آؤ میں تمھیں بتاؤں کہ میرے بندے کون ہیں آؤ میں تمھیں تعارف کراؤں کہ مجھے کون سے لوگ پسند ہیں۔ **الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا** یہاں **هَوْنَ** کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ **الْأَرْضِ هَوْنًا** ھون **"ھ"** پر زبر تو مطلب ہے عاجزی نرمی خاکساری ایک وقار اور اگر **"ھ"** پر پیش آ جائے تو ذلت کے ناپسندیدگی کے معنی پائے جاتے ہیں تو ھون سے مراد ایسی چال ہے جس میں کم ہمتی اور ذلت کا پہلو پایا جاتا ہو یہاں پر اللہ نے ھُونَ کا لفظ استعمال نہیں کیا کہ وہ ذلت کی چال چلتے ہیں نہیں بلکہ وہ زمیں پہ هَوْنَ کی چال چلتے ہیں جسمیں وقار تواضع پائی جائے، سکونت ہو اکڑ کر نہ چلے، متکبرانہ انداز میں نہ چلے بلکہ اچھے طریقے سے وقار و اعتماد سے چلے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے مومنانہ اوصاف میں سب سے پہلے چال کو کیوں رکھا اصل بات کیاہے کہ مومنانہ اوصاف میں مومن کے طرززندگی کو اس کے اعمال وافعال کو بڑا دخل حاصل ہے اور اس کی شخصیت کا پتہ اسکی چال سے چلتا ہے اس کی چال اسکی شخصیت کا آئینہ دار ہوتی ہے اور آپ دیکھیں ایک چال ایسی ہےمتکبرانا چال اور ایک شخص کہ منکسرانا انداز ہے انکسارانا مزاج ہے اسکی چال اوباش ،غنڈوں ، متکبر اور شیخی باز جیسی نہیں ہوتی ہے گویا کہ آپ کسی شخص کو دیکھتے ہیں تو ایک ہی نظر میں اسکی چال ڈھال،اٹھنے بیٹھنے کے انداز سے پتہ کر لیتے ہیں کہ یہ کیسا شخص ہے یا کیسی عورت ہے۔ اسکا تعلق کس طبقہ سے ہے پھر آپ دیکھیں کہ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اللہ کو کون سی چال پسند ہے۔ **ھون** سے

کیا مراد ہے۔ اس میں پہلی چیز انسان وقار اور سکونت سے چلے نمبر دو متکبرانہ چال میں نہ چلے۔ایسے کپڑے نہ ہوں کہ زمین کے ساتھ گھسیٹ گھسیٹ کر چلیں ایسا چلنا بھی تکبر کی علامت ہے۔ پرانے زمانے میں ایسے کپڑے پہنتے تھے جو زمین کے ساتھ گھسٹتے تھے آج کل شلواریں بھی زمین کے ساتھ گھسٹتی ہیں اور میں سوچتی ہوں کہ پینٹ اور شلوار پاؤں بلکہ جوتے کے نیچے آرہی ہوتی ہے باہر جا رہے ہیں گندگی لگی ہوتی ہے اور یہ چال اللہ کو پسند نہیں اور تیسری بات بہت آہستہ بھی نہیں چلنا چاہیے اور وہ بھی بغیر کسی ضرورت کے پھر اس کے اندر یہ بات بھی ہے کہ جب انسان چلے تو دیکھ کر چلےیہ نا ہو کہ ادھر لگ رہا ہے اُدھر لگ رہے ہیں اس کو گرا رہا ہے اس گرا رہا ہے۔ پسندیدہ چال میں یہ بات بھی آتی ہے کہ موقع کی مناسبت سے آپ کی چال ہونی چاہیے مطلب آپ کہیں جا رہے ہیں تو ضرورت ہے کہ آپ لائن اور سلیقے کی ساتھ چلیں تو پھر ضرورت ہے کہ آپ خوبصورتی اور شائستگی کے ساتھ چلیں۔ اصل میں یہاں جس چال کا تعارف کروایا جا رہا ہے وہ خاکساری کی ہے۔ کچھ لوگ لائن میں نہیں آنا چاہتے جیسے شادی بیاہ پر کھانے کے موقع پر لوگ لائن بنا لیں تاکہ سب باری باری کھانا لیں لیکن بعض لوگ لائن میں آنا نہیں چاہتے۔ تو اب ضرورت کے مطابق فروتنی اور خاکساری اختیار کرنا۔ اللہ کے بندے اکڑتے نہیں اتراتے نہیں ہیں بلکہ تواضع کے ساتھ چلتے ہیں کیونکہ ان کے اندر خاکساری پائی جاتی ہے۔ یہ خاکساری اللہ کی کبریائی اور عظمت کا اعلان ہے اسکا یہ مطلب ہے کہ اللہ کے بندے کے ہر قدم سے تقویٰ ،ہر جملہ بھی نپا تلا اسی طرح ہر قدم اور حرکت سے نمایاں ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں وہ ایسے نہیں کرتے کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھیں۔ **نبی ﷺ کی چال** کیسی تھی۔ آپ ﷺ اس طرح چلتے تھے کہ گویا زمین آپ کے لیے سمٹتی ہے۔ یعنی آپ کی چال آہستہ نہیں تھی بلکہ کسی قدر تیزی سے آپ ﷺ چلتے تھے۔ سلف صالحین نے بیماروں کی سی تکلف والی چال کو مکروہ فرمایا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ بہت آہستہ آہستہ چل رہا ہے آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو کچھ بیمار ہے؟ اس نے کہا نہیں ۔ آپ نے فرمایا پھر یہ کیسی چال ہے ؟ خبردار جو اب اس طرح چلا تو کوڑے کھائے گا ۔ قوت کے ساتھ جلدی جلدی چلا کرو۔ پس یہاں مراد تسکین اور وقار کے ساتھ شریفانہ چال چلنا ہے نہ کہ ضعیفانہ اور مریضانہ ۔ ہمیں اپنی چال میں کمزوری اور کم ہمتی ظاہر نہیں کرنی چاہیے خوامخواہ بیمار اور بوڑھے کا انداز نہیں اختیار کرنا چاہیے اور بڑے وقار اور اعتماد اور اچھے انداز سے چلنا چاہیے اور اگر آپ سورت لقمان کی آیت 18 کو دیکھیں تو اللہ کیا فرماتے ہیں اور بڑے وقار کے ساتھ اور بڑے ہی اہتمام کے ساتھ بڑے اچھے انداز میں زمین پر چلنا چاہیے اور اسی طرح سورہ لقمان میں بھی اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی۔   **وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ (18)** اور لوگوں کے سامنے اپنے رخسار نہ پھلا اور زمین پر اترا کر اکڑ کرنہ چل کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ نہیں پسند کرتا۔   تو ہمیں یہ بات پتہ چلتی ہے کے اللہ پسند نہیں کرتا کہ انسان اپنے آپ کو عاجز بنا کر پیش کرے اور بڑا بندہ بنا کر پیش کرے اسی طرح آپ سورت بنی اسرائیل میں آیت 37 میں پڑھ چکی کہ اس میں بھی اللہ نے مؤمنین کی صفات بتائیں تو کیا کہا۔ **وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا (37)** زمین میں اکڑ کر نہ چلو، تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو، نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو (37)۔ **مفہوم حدیث۔** رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص دو چادریں پہنے اکڑ کر چل رہا تھا اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہ قیامت تک دھنستا چلا جائے گا (صحیح مسلم)۔ تو یہ تکبر اور اکڑ کر چلنا اللہ کو سخت نا پسند ہے اللہ کوتواضع اور عاجزی پسند ہے اور یہ صرف گفتگو سے ہی نہیں بلکہ انسان کی چال میں بھی عاجزی انکساری ہونی چاہیے۔ تو پہلی صفت ہمیں کیا بتائی گئ **يَمْشُونَ**

عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا زمین پر نرم چال چلتے ہیں حضرت حسن بصری رحمة الله علیہ نے کہااس آیت میں کے **يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا** سے کیا مراد ہے فرمایا کہ مؤمنین مخلصین کے تمام اعضاء اور جوارح آنکھ کان ہاتھ پاؤں سب اللہ کے سامنے ذلیل اور عاجز ہوتے ہیں ناواقف ان کو دیکھ کر معذور عاجز سمجھتا ہے حالانکہ نہ وہ بیمار ہے نہ معذور بلکہ تندرست قوی ہے ان پر اللہ تعالیٰ کا خوف ایسا طاری ہے جو دوسروں پر نہیں ہے ان کو دنیا کی رونقوں سے آخرت نے روکا ہوا ہے اور جو شخص اللہ پر بھروسہ نہیں کرتا اور اس کی ساری فکر دنیا پر لگی ہوئی ہے تو وہ ہمیشہ حسرت ہی حسرت میں رہتا ہے اور جس شخص نے اللہ کی نعمت صرف کھانے پینے کی چیزوں کو سمجھا اور اعلیٰ اخلاق کی طرف دھیان نہیں دیا اس کا علم بہت تھوڑا ہے اور عذاب اسکے لیے تیار ہے تو پہلی صفت کیا ہے **يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا** تو وہ زمین پر نرم چال چلتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ پہلی صفت **عباد** ہے یعنی اللہ کہتے ہیں کہ میرے بندوں کی یہ صفت ہے تو لقب جب دیتے ہیں صفات کو تو **یمشون علی الأرض ھونا** سے پہلے عباد ہے پہلی صفت یعنی **عباد** کیا ہے اللہ کے بندے بننا جو اپنے آپ کو راضی کر لے اور تیار کرلے اپنے آپ کو اس بات پر کہ میں اللہ کی بندی اور میں اللہ کی غلام اور اللہ میرا خالق اور رحمان تو یہ پہلی صفت ہے اگر میں اور آپ اس پر راضی ہیں اور جواب ہاں میں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اب(میں) ختم ہو گئ کہ اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کے مجھے تو یہ پسند ہے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے کپڑے خریدتے دعوت کریں کچھ بھی کریں ہم یہ نہیں کہیں گے کہ مجھے تو یہ پسند ہے بلکہ اللہ کو کیا پسند ہے بعض دفعہ ہم کہتے ہیں یہ تو الگ ہی جھنجھٹ ہے تو ہم کہیں گے کہ اللہ کو نہیں پسند کپڑے باریک نہ لیں اور **وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ** کہ زینت ظاہر نہ کریں۔ کہ اس کی حفاظت کرنی ہے کہ راضی کرنا ہے اپنے جسدِ خاکی کو کہ میں تو غلام ہوں میری تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے کہ میں اللہ کے کسی حکم کے آگے منہ کھول سکوں یا سر اٹھا سکوں یا اس کا انکار کروں تو عباد الرحمان کی صفات : نمبر ۱. **عِبَادُ الرَّحْمَٰنِ**۔ عبد غلام ،نوکر نمبر ۲. عباد کی چال **يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا**۔ نمبر ۳. مخاطب کیسے ہوتے ہیں **وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا** اور جاہل ان کے منہ کو آئیں تو کہہ دیتے ہیں تمہیں سلام۔ تو یہاں جاہل کا لفظ استعمال ہوا ہے تو عام طور پر جہالت سے مراد ان پڑھ ہے جو بے علم آدمی ہے ان پڑھ اس کو جاہل کہا جاتا ہے لیکن یہاں پہ جاہل سے مراد کج بحث قسم کے لوگ ہیں کہ اگر گفتگو ہو تو ان کا مقصد اپنے مخاطب کو نیچا دکھانا ہے کیونکہ جب کوئی شخص یہ سوچ لے کہ کسی کو نیچا دکھانا تو اس کا شیوہ ہوتا ہے فضول باتیں کرنا وہ بات چیت میں بیہودگی اور بد تمیزی پر اتر آتے ہیں تو یہاں اللہ رب العزت فرما رہے ہیں کہ جب ایسے لوگ بحث کریں تو کیا کرتے ہیں تو آپ دیکھیں کہ کوئی اگر آپ سے برا سلوک کرے تو آپ بھی کرتے ہیں کوئی اچھا سلوک کرے تو آپ بھی کرتے ہیں آپ سے کوئی مسکرا کے بات کرے تو آپ بھی مسکرا کے بات کرتے ہیں لیکن جو اہم بات ہے کہ کوئی آپ سے لڑے تو آپ اس کو مسکرا مسکرا کے بات کر رہے ہیں وہ آپ سے لڑ رہا ہے گالیاں دے رہا ہے آپ دلیل سے بات کر رہے ہیں اور ٹھیک بات کر رہے ہیں لیکن اس کا انداز یہ ہے کہ وہ آپ کو ہرانا چاہ رہی ہے بحث کر رہی ہے مجادلہ کر رہی ہے یہاں پہ جاہلوں سے مراد بحث مجادلہ یا نیچا دکھانا، کج بحثیاں، کٹ حجتیاں کرنا ہے تو اللہ فرماتے ہیں کہ جاہل اس کے منہ کو لگ گئے ہیں۔ سورت البقرہ **قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ** (67)گائے کے واقعہ میں ہم نے پڑھا تھا جب موسی علیہ السلام ان کو بار بار یہ کہتے تھے تم گائے کو ذبح کرو اور وہ کہا کرتے تھے کہ اس کا رنگ کیسا ہو کہ ہم پہ تو مشتبہ ہو گیا کہ گائے کیسی ہونی چاہیے کبھی قد پوچھتے اور کبھی رنگ اور حضرت موسی علیہ السلام بار بار اس کو واضح بتاتے حتی کہ اس گائے کا ذکر کیا کہ جو دیکھنے والوں کو بہت اچھی لگتی ہے اور وہ آگے سے کہنے لگے کے کیا تو ہم سے مذاق کرتا

ہے تو یہاں پر پھر حضرت موسی علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں اللّٰہ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں تم سے ایسی بحثیں کروں اور کٹ حجتیاں کروں یا مذاق کروں۔ تو ایسے لوگ کہ آپ بات کر رہے ہوں اور وہ آپ کو گالیاں دے رہے ہوں آپ بات کر رہے ہوں اور وہ آپ پر پتھر مار رہے ہوں آپ اِس سے پیچھا چھڑانا چاہ رہی ہیں اور وہ تن کر کھڑی ہوں تو ایسے وقت میں آپ کیا کریں گی تو اللّٰہ کہتے ہیں کہ میرے بندے **عبادالرحمان** ان کا یہ شیوہ ہے کہ ایسی فضول باتوں میں وقت برباد نہیں کرتے ایسی بد تمیزی کا جواب بدتمیزی اور بے ہودگی سے نہیں دیتے جاہل اگر اسے برا بھلا کہیں الزام لگائیں گالیاں دیں تو وہ جواب میں ویسا نہیں کرتے تو اپنا جائزہ لیں کہ زندگی میں ایسا کوئی واقعہ پیش آیا اور مجھے تو خود پر بڑا اعتبار تھا تو ایسا کیا ہوا کہ پھر میرے بھی نتھنے پھولنے لگے میری بھی بھنویں تن گئیں میں اتنے غصے میں آگئ کہ میں تو بھول ہی گئ کہ میں کون تھی میں تو قرآن والی تھی میں تو قرآن پڑھایا کرتی تھی میں تو سبق پڑھتی تھی قرآن کا کہ مجھے تو ابوبکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ جیسا بننا ہے تو مجھے بھی غصہ آگیا میں نے بھی گالی کا جواب گالی سے دے دیا میں نے بھی بیہودگی اختیار کرلی میں نے بھی جہالت دکھائی تو میں جہالت پہ کیوں اتری **خَاسَبَ** کہ دو لوگ بات کر رہے ہیں محفل میں بات ہو رہی ہے بحث چھڑ جاتی ہے تو اسے ختم کرنا ہے لیکن میں نے بھی اسے اور ہوا دے دی۔ تو اللّٰہ فرماتا ہے **قالوا سلاما** تو سلاما کے دو معنی ہیں کہ ایک تو وہ ان کے لیے سلامتی بن جاتے ہیں سلام کے معنی ہیں سلامتی امن تو معنی یہ ہیں کہ وہ کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں اور علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں خیر بن جاتے ہیں گالی کا جواب گالی سے نہیں دیتے وہ الجھتے نہیں ہیں وہ اپنے رویے سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ میرے منہ سے نہ تو تمہارے لیے کوئی گالی نکلے گی نہ میں تیرے ساتھ کوئی بدتمیزی کروں گی اور تو بہتان لگا رہی ہے تو نہ کوئی بہتان لگاؤں گی بلکہ وہ اس کے لیے سلامتی بن جاتے ہیں خیر بن جاتے ہیں وہ اجڈ اور بدتمیزی کا رویہ اختیار نہیں کرتے وہ الجھتے نہیں ہیں وہ تمسخر اور مذاق نہیں اڑاتے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ **قالو سلاما** وہ سلام کہہ دیتے ہیں اور سلام کر کے الگ ہو جاتے ہیں گویا کہ جب ملتے ہیں کسی سے تو سلام کہتے ہیں رخصت ہوتے ہیں تو سلام کہتے ہیں وہ یہ نہیں سوچتے کہ اب یہ کیا کہے گی لوگ کیا کہیں گے کہ دیکھو نہ پھر کیسے بھاگی۔ دیکھا اس کو آتا کچھ نہیں تھا یہ تو تھی ہی جھوٹی شیطان اس طرح کی باتیں ڈالتا ہے دل میں کہ نہیں اب میں بھی دودو چار چار باتیں سناؤں اس کو دو دو ہاتھ کرلوں اسکے ساتھ تو شیطان وار کر رہا ہوتا ہے چالیں چل رہا ہوتا ہے تو اللّٰہ فرماتا ہے قالو سلامًا کہ وہ سلام کر کے الگ ہو جاتے ہیں بیہودگی کا جواب بیہودگی سے نہیں دیتے۔ سورت القصص آیت ۵۵ میں اللّٰہ فرماتا ہے

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ (55) اور جب انہوں نے بیہودہ بات سنی تو یہ کہہ کر اس سے کنارہ کش ہو گئے کہ "ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے، تم کو سلام ہے، ہم جاہلوں کا سا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہتے" (55)۔

تو کتنی خوبصورت بات ہے کتنا خوبصورت کردار ہے کتنا خوبصورت عمل ہے جو اللّٰہ نے یہاں پر **عبادالرحمان** کے لیے بتایا ہے تو پہلے بات ہو رہی تھی چال کی پھر گفتگو کی تو رفتار ہو یا گفتار تقوٰی کے تابع ہوتی ہیں

؎ نرم دمِ گفتگو گرم دمِ جستجو
جو اعلٰی ظَرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں
صراحی سر نگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

اصل بات کیا ہے کہ ان میں عاجزی اور انکساری ہوتی ہے کہ خالی ڈھول کو پیٹیں تو آواز بڑی نکلتی ہے اور اگر بھرا ہوا ہو تو آواز نہیں نکلتی جو اعلٰی ظرف کے لوگ ہوتے ہیں اعلٰی کردار کے لوگ

ہوتے ہیں تو وہ خالی ڈھول کی طرح بجتے نہیں ہیں ڈھنڈورا نہیں پیٹتے شور نہیں کرتے گالیاں نہیں دیتے بہتان نہیں لگاتے بیہودگیاں نہیں کرتے تو عبادالرحمان کی جو صفات ہیں اس میں صرف حج روزہ زکوۃ کا ذکر نہیں آتا بات شروع کی ہے تم میرے ہو جاو جسم مجھے دے دو دوسری بات رفتار چال ڈھال تیسری بات گفتگو باتیں کیسی کرو گے اچھے کا اچھاجواب تو سب ہی دیتے ہیں برے سے اچھا سلوک ہو تو بات ہے ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آپس میں جھگڑا ہو گیا کچھ وقت جب گزرا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈنے نکلے گھر گئے تو نہیں ملے پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے تو وہ وہاں موجود تھے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا غصے سے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت کیا کر رہے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ اللہ کے نبی غلطی میری تھی اے اللہ کے رسول ﷺ قصور میرا تھا۔ تو کتنی عاجزی اور انکساری تھی ان میں کہ آپس میں جو ان کی بات ہوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ معافی مانگ رہے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خاموش تھے معافی نہیں دے رہے تھے اور آپس میں معاملہ جب ان کا صاف نہیں ہو رہا تھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت افسردہ ہو گئے اور اللہ کے نبی ﷺ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو گئے۔ ایک غیر مسلم کا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آپس میں جھگڑا ہو گیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے رہا تھا اور آپ خاموش تھے رسول اللہ ﷺ یہ منظر دیکھ رہے تھے مسکرا مسکرا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے تھے اب آپ دیکھیں کہ جاہل جو منہ کو لگ رہا تھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیقیت کے مقام سے ہٹ گئے انہوں نے بھی اس کی گالیوں کا جو وہ برا بھلا کہہ رہا تھا جواب دے دیا تو نبی ﷺ وہاں سے ہٹ گئے وہاں سے چل پڑے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے کہ اے اللہ کے نبی ﷺ جب وہ مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا آپ خاموش تھے اور جب میں نے جواب دے دیا تو آپ ناراض ہو گئے وہاں سے آگئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم خاموش تھے فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا اور میں اس پر خوش تھا تمہیں دیکھ دیکھ کے اور جب تم بول پڑے تو فرشتہ ہٹ گیا اور شیطان آگیا اور جہاں شیطان آجائے وہاں محمد کا کیا کام تو رسول اللہ ﷺ نے یہ جواب دیا۔

آیت نمبر 64- وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا
ترجمہ۔ جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں

نمبر ۴۔ **يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامً چوتھی صفت۔** جو رات گزارتے ہیں اپنے رب کے لیے سجدے میں اور قیام میں۔ ایک ان کی دن کی زندگی تھی ان کی چال ڈھال اور اب آئی رات کی باری

میں تجھ کو بتاتا ہوں ، تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول ، طاؤس و رباب آخر

اصل میں انکی راتیں کیسی ہیں ان کی راتیں عیاشی میں نہیں گزرتیں ،طاؤس و رباب میں نہیں گزرتیں ناچ گانوں میں، نہ گپوں میں، نہ افسانوں میں، نہ کمپیوٹر پہ چیٹنگ کرنے میں، نہ غلط چیزیں دیکھنے میں، نہ چوری ڈاکہ میں۔ جاہلیت کے زمانے میں یہ گناہ بہت معروف تھے آج کے زمانے میں ایسے دین دار لوگ ہیں جن کا لوگوں کے سامنے انداز اور ہوتا ہے اور خلوت میں ہوتے ہیں تو انداز اور ہوتا ہے

جلوت یا خلوت میں دن میں رات میں مختلف۔ رات میں وہ سمجھتے ہیں ہماری اپنی رات ہے اب فلمیں دیکھیں ،چغلی کریں کچھ بھی کریں اصل بات کیا عباد الرحمان کیا کرتے ہیں وہ رات گزارتے ہیں اللہ کے لیے اپنے رب کے لیے دن تو گزارتے ہی ہیں رات بھی اللہ کے لیے اور رات میں وہ کرتے کیا ہیں **سُجَّدًا وَقِيَامً** سجدہ اور قیام کی حالت میں یہ وہ اللہ کے بندے ہیں جو رات کو بھی اللہ کو یاد کرتے ہیں رات کی عبادت میں ریاکاری کا شبہ بھی نہیں ہوتا جتنے بھی نوافل ادا کیے جاتے ہیں ان میں تہجد سب سے افضل ہے اس کی وجہ کیا ہے کوئی دیکھ نہیں رہا کسی کو پتہ نہیں چل رہا صرف اللہ ہے جو آپ سے واقف ہے رات کی تنہائی ہے آپ ہیں اللہ ہے اور آپ اپنے اللہ سے راز و نیاز کر رہے ہیں آپ کے اندر بے قراری ہے آپ شب بیداری کر رہے ہیں آپ رو رہے ہیں آپ نے نرم و گرم بستر کو چھوڑ دیا دنیا سے بے نیاز آپ اٹھ اٹھ کر دعائیں کرتے ہیں۔ آپ دیکھیں جن کی راتیں اللہ کے حضور کھڑے ، بیٹھے ،لیٹے عبادت میں گزرتیں ہیں قرآن میں جگہ جگہ مومن کی اس صفت کو اللہ نے نمایاں کر کے پیش کیا ہے۔ سورت السجدہ آیت 16- **تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ** . اُن کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں، اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں، اور جو کچھ رزق ہم نے اُنہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ سورت الذاریات. **كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ (17) وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (18)** راتوں کو کم ہی سوتے تھے (17) پھر وہی رات کے پچھلے پہروں میں معافی مانگتے تھے (18)۔ یہ اہل جنت وہ لوگ تھے جو رات کو کم ہی سوتے ہیں اور سحر کے اوقات میں دعائیں مانگا کرتے تھے دن اللہ کی بندگی میں ڈر ڈر کر گزار دیا اب رات بھی اللہ سے محبت اور باتیں کرتے ہوئے گزار دی۔ راتوں کو کم ہی سوتے ہیں اور ہم تو کہتے ہیں کہ رات تو رات دن کو بھی سونے کو لیٹیں۔ سورت الزمر۔ **أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ (9)** کیا اِس شخص کی روش بہتر ہے یا اُس شخص کی جو مطیع فرمان ہے، رات کی گھڑیوں میں کھڑا رہتا اور سجدے کرتا ہے، آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت سے امید لگاتا ہے؟ اِن سے پوچھو، کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں کبھی یکساں ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو عقل رکھنے والے ہی قبول کرتے ہیں (9)۔ وہ اللہ سے ڈرتے ہیں وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں وہ رکوع اور سجدے میں پوری رات گزار دیتے ہیں ۔آپ اس بات پر بھی غور کریں میرا اور آپ کا کیا حال ہے کبھی ایسا ہوا کہ میں اور آپ ہیں اور ساتھ ہمارا اللہ ہے۔ اور دوسرا کوئی نہیں ۔ میں رو رہی ہوں اپنا محاسبہ کر رہی ہوں وہ لوگ جو اللہ کے عرش کے نیچے ہونگے اس میں ساتواں شخص کون تھا۔ **مفہوم حدیث۔** ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ انصاف کرنے والا حاکم‘ وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا ہو‘ وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگارہے‘ دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں‘ اسی پر وہ جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے‘ ایسا شخص جسے کسی خوبصورت اور عزت دار عورت نے بلایا لیکن اس نے یہ جواب دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں‘ وہ انسان جو صدقہ کرے اور اسے اس درجہ چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگ جائیں(صیح بخاری)۔ ہمیں بھی اپنی راتوں کا جائزہ لینا چاہیے اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔ رسول اللہ اور صحابہ اپنا محاسبہ کرتے تھے آپ نے ان کی ایسی تربیت کی تھی کہ وہ دن کے شاہسوار تھے اور رات کے راہب تھے۔ ایک کافر نے ان کی زندگی کا جائزہ لیا وہ آیا ادھر ادھر دیکھا اور کہنے لگایہ دن کے شاہسوار ہیں اور رات کے راہب ہیں دن کے وقت تیراکی بھی کرتے تھے وہ

نیزہ بازی بھی کرتے تھے وہ جہاد بھی کرتے تھے وہ کسب حلال میں بھی مصروف رہتے تھے وہ رات کو بستروں سے الگ ہو کر اللہ اللہ پکارتے تھے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے ان کی بیوی بتاتی ہیں رات کے وقت ان کے کمرے سے گریہ زاری کی آوازیں آتی تھیں اور انگیٹھی جلا کر اپنی انگلیوں کو اپنے ہاتھ کو اس پر رکھتے اور کہتے کہ تو اپنے آپ کو گناہوں سے بچا ورنہ تیرا جسم تیرا گوشت جہنم کی آگ اسکو جلا دے گی۔ پھر تو دیکھ کیا تو اس آگ کو برداشت کر سکتا ہے سوچ تو سہی ذرا دیکھ تو ۔وہ اپنا محاسبہ کرتے تھے۔ امام ابو خنیفہ نے پوری رات رونے میں گزار دی عشاء کی نماز کے بعد ایک نمازی نے انھیں جس حال میں چھوڑا تھا جب صبح وہ آیا تو وہ اس حالت میں بیٹھے تھے اور وہ کیا کر رہے تھے حضرت امام ابو حنیفہ نے پوری رات ایک آیت کی تلاوت کرتے رہے **فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ(7)وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ(8)**اور داڑھی کو کھینچتے رہے اور کہتے تھے اے نعمان بتا اگر اللہ نے ذرا برابر برائی کا بھی محاسبہ کر لیا تو پھر کیا ہو گا(سورت الزلزال)۔ **وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا** وہ جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں۔ سجدہ اور قیام کہہ کر عبادت مراد لی گئی ہے۔ترمذی نے حضرت ابوامامہ سے روایت کیا **حدیث** کا مفہوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیام اللیل، تہجد کی پابندی کرو کیونکہ وہ تم سے پہلے بھی سب نیک بندوں کی عادت رہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے تم کو قریب کرنے والی اور سیئات کا کفارہ ہے اور گناہوں سے روکنے والی چیز ہے۔ اگر ہم اللہ سے تعلق مضبوط کرنا چاہتے ہیں تو خفیہ نیکیاں کریں ۔کچھ دن پہلے آپ کی کلاس فیلو نے مجھے کہا میں کسی کی مدد کرنا چاہتی ہوں میں آپ کو دے دوں اور آپ اس کو دے دیں تاکہ پتہ نہ چلے کہ میں نے مدد کی ہے۔ کسی کے بیٹے نے جب قرآن مجید حفظ کیا اس نے کہا کہ میں نے اپنے اوپر تہجد لازم کر لی ہے سات آٹھ سال کا بچہ ہے اور اس نے 14 ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا ہے جب ماں باپ نیک ہوتے ہیں اور اولاد نیک ہو تو نیکی نیکی کا راستہ کھول دیتی ہے۔ اصل بات یہ ہے جس نے سجدہ کیا اس نے اپنا جسم جھکا دیا اور جس نے اپنا جسم جھکا دیا تو وہ پوری طرح اللہ کا غلام بن گیا۔ ہمیں اپنے آپ کو اللہ کے آگے جھکا دینا ہے نہ دن دیکھیں نہ رات نہ صبح دیکھیں نہ شام فرائض ہوں یا نوافل بس اپنے آپ کو اللہ کے آگے جھکا دینا ہے یہاں تو نوافل کی بات ہو رہی ہے رات کی عبادت کی بات ہو رہی ہے مگر افسوس کیا ہم دن کی روشنی میں نماز پڑھتے ہیں فجر پڑھتے ہیں۔ کیا ہم عشاء پڑھ کر بستر پر جاتے ہیں۔ حضرت داؤد کے بارے میں آتا ہے رات کا ایک پہر آرام کرتے اور باقی پہر اللہ کی عبادت کرتے اللہ نے ان کو نعم العبد کہا ہے سورت ص آیت 30 **نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ (30)** ہمیں بھی اپنی زندگیوں اور دن رات کا جائزہ لینا چاہیے

آیت نمبر 65- وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا
ترجمہ۔ وہ دعائیں کرتے ہیں کہ "اے ہمارے رب، جہنم کے عذاب سے ہم کو بچا لے، اُس کا عذاب تو جان کا لاگو ہے

یہ وہ لوگ ہیں جو دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ **يَقُولُونَ** یہ فعل مضارع ہے حال اور مستقبل دونوں کے لیے آتاہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مناجات کرتے رہتے ہیں پکارتے رہتے ہیں دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ **پانچویں صفت : رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ** اے ہمارے رب، جہنم کے عذاب سے ہم کو بچالے۔ ،**رَبَّنَا اصْرِفْ** اے ہمارے رب پھیر دے ،دور رکھ، پرے رکھ **عَنَّا**۔ ہم سے **عَذَابَ جَهَنَّمَ**۔ جہنم کا عذاب۔ اُس کا عذاب تو جان کا لاگو ہے اُس کا عذاب تو پیچھے ہی پڑنے والا ہے ،جب وہ اتنے نیک ہیں راتوں کو جاگنے والے ہیں اور دن کو عبادت کرتے ہیں نیکیاں کرتے ہیں تو پھر ان کو اللہ سے ڈرنے کی ضرورت کیا ہے

اصل میں اللہ یہ بتا رہے ہیں کہ یہ اللہ کے پیارے اور معزز بندے ہیں اور عباد الرحمان ہیں۔ نیکیاں ان کے اندر غرور اور تکبر پیدا نہیں کرتیں نیکیاں کرتے جاتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے جاتے ہیں۔ سورت المومنون آیت 60 **وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ (60)** اور جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل اس سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ وہ دے بھی رہے ہیں اور ڈر بھی رہے ہیں اصل بات یہ ہے کہ انکو ڈر ہوتا ہے کہ ان کا صدقہ قبول بھی ہو گا یا نہیں **حدیث** کامفہوم ہے کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ میں نے پوچھا : " یا رسول اللہ ﷺ (اللہ کا فرمان ہے): **(وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ**) کیا اس سے مراد وہ شخص ہے جو چوری کرتا ہے، زنا کرتا ہے اور شراب پیتا ہے ؟ " آپ ﷺ نے فرمایا : " نہیں اے ابوبکر کی بیٹی بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں اور وہ ڈر رہے ہوتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان سے قبول نہ کیا جائے۔ " ترمذی۔ **حدیث کا مفہوم ہے کہ** رسول اللہ ﷺ **نے** فرمایا" کہ میں نے سب کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں دے دیا سوائے ابوبکر کے" اور انکے ڈر کا یہ حال تھا کہ کہتے تھے کہ اگر میرا ایک پاؤں جنت میں ہو اور دوسرا ابھی رکھا نہ ہو تو مجھے ڈر ہے کہ پتہ نہیں میں رکھ بھی سکوں گا کہ نہیں۔ یعنی مسلسل نیکیاں کرتے رہنا اور ڈرتے رہنا ۔متقیوں کے امام اور قلب سلیم رکھنے والے حضرت ابراھیم اور انکے بیٹے کعبہ کی تعمیر کرتے جا رہے ہیں (خانہ کعبہ کہ جہاں ایک نماز کا ثواب دوسری مسجدوں میں پڑھی لاکھ نمازوں سے زیادہ ہے) اور دعا کرتے ہیں۔ **رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (127)** انکو کوئی گھمنڈ اور غرور نہیں تھا کہ میں نے اتنا بڑا کام کیا ہے اتنی قربانیاں دی ہیں اسلام کے راستے میں ۔ انکی تو ساری زندگی ہی قربانیوں کی زندگی تھی۔ تو نیک لوگوں کی یہی پہچان ہوتی ہےنیکیاں کرتے جاتے ہیں اور ڈرتے جاتے ہیں کہ اے اللہ تو میری اس نیکی کو، دعا کو قبول کر لینا۔ **رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ** اے ہمارے رب، جہنم کے عذاب سے ہم کو بچا لے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نیک لوگوں کے سامنے جہنم پوری ہولناکیوں ،پورے عذاب کے ساتھ پوری سختیوں کے ساتھ انکے سامنےہے جیسے کسی کے پیچھے شیر ہے اور وہ اس کو ہڑپ کر دے اور وہ ڈر رہا ہے کہ مجھے شیر کھا نہ جائے اور وہ کہہ رہا ہے مجھے اس سے بچا لو مجھے اس مصیبت سے اس آفت سے آگ سے بچا لو۔ قرآن میں اس آیت میں اتنا سخت انداز ہے اتنی زبردست اللہ نے جہنم کی ہولناکی کی منظر کشی کی ہے اور نیک لوگوں پر اس کی ہولناکی طاری ہے۔ جہنم کیا ہے؟ ہر طرح کا دکھ غم مصیبت، پریشانی، بیماری، حسرت، ندامت ،شرمندگی، سزا، سختی ،گناہ ، پیپ، بدبو ،تعفن ہر طرح کی سختی کا مجموعہ ہے۔ اسکا عذاب تو جان کا لاگو ہے۔ **غراما** کیا ہوتا ہے؟ **(غ ر م)** یہ جرمانے کو کہتے ہیں مفت کا تاوان وہ مالی نقصان جو کسی جرم کے بغیر ہی تاوان کی شکل میں ہو۔ غریم کا لفظ مقروض اور قرض خواہ دونوں کے لیے آتا ہے اصل میں وہ تکلیف یا مصیبت جو انسان کو پہنچتی ہے قرض دینے اور لینے کی صورت میں وہ کہتا ہے کہ مجھے کب ملے گا جو میں نے قرضہ دیا ہوا ہے اسکے لیے غرم کا لفظ آتا ہے۔ عربی کا ایک محاورہ ہے **وَهُوَمُغْرَمٌ بِالنِّسَاءِ** کہ فلاں عورت کا دلدادہ ہے جیسے کسی نے کسی کو قرض دیا ہو تو اس کے پیچھے پیچھے جاتا ہے تو اسے ڈھونڈتا پھرتا ہے کہ میں اس سے اپنا قرض واپس مانگوں۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ **كُلُّ غَرِيْمٍ مُفَارِقٌ غَرِي□مَهٗ اِلَّا النَّارُ** ہر قرض دینے والا اپنے مقروض کو چھوڑ سکتا ہے لیکن آگ اپنے غَرَامًا کو نہیں چھوڑے گی کافروں اور منافقوں کا جہنم کی آگ اس طرح پیچھا کرے گی کہ انکو ہلاک کر کے رکھ دے گی۔ اسکے ساتھ آگ چمٹ جائے گی دور سے ہی دھاڑے گی **اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ** اے اللہ ہمیں جہنم کی آگ سے بچا لے۔

آیت نمبر 66- إِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا
ترجمہ۔ وہ بڑا ہی برا مستقر اور مقام ہے

وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں جہنم ہمارا مستقر نہ بن جائے جہنم کے لیے مؤنث کی ضمیر آئی ہے۔ **مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا** کے کیا معنی ہیں ؟ یہ دونوں ہم معنی ہیں لیکن جب اکھٹے آئیں تو ان میں تھوڑا فرق ہوتا ہے۔ **مُسْتَـقَرًّا** " ہمیشہ رہنے کی جگہ، اور " **مُقَامًا** " کچھ مدت ٹھہرنےکی جگہ دنیا مقام اور آخرت کی جزا یا سزا مستقر ہے۔ پہلی جگہ مقام ہے دوسری مستقر ہے قبر مقام ہے۔ جہنم ایسی جگہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے بھی ہو تو بہت بری ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے بھی گوارہ نہیں ہو سکتی۔ **حدیث** کا مفہوم ہے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ" قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے"۔ یہاں پہ جہنم کی ہولناکی بیان کی گئ ہے